بزمِ ثقافت

ہمارے محترم رفیق ادارہ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی اس سال حج و زیارت سے فارغ ہوکر آئے ہیں۔ مکہ مکرمہ کے موتمر عالم اسلامی کے اجلاسوں میں بھی شرکت کی اور رابطۂ عالم اسلامی کے رکن بھی بنائے گئے۔ مکہ مکرمہ کے سب سے زیادہ مشہور اخبار البلاد کے نمائندے نے موصوف سے انٹرویو لیا۔ اصل عربی عبارت کی بجائے ہم یہاں حرف ترجمہ اس اشاعت میں شائع کر رہے ہیں۔ یہ انٹرویو ادائے حج اور مدینۂ منورہ کی حاضری سے پہلے کا ہے۔ بعد کے جو تاثرات ہیں مثلاً مدینۂ پاک اور وہاں کے مقامات متبرکہ کی زیارت، جامعۂ اسلامیہ مدینۂ منورہ کا معائنہ پھر مناسک حج کی ادائگی اور سب سے بڑھ کر کعبۃ اللّٰہ کے اندر داخل ہوکر نفل ادا کرنے کی سعادت وغیرہ یہ تمام تاثرات ان شاء اللّٰہ ہم بعد میں ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

البلاد کے نمائندے نے شاہ صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار بایں الفاظ کیا ہے۔

ہم اپنے قارئین کے سامنے ایک ایسی بڑی شخصیت کو پیش کر رہے ہیں جو اس سال کے حاجیوں میں خاص مقام رکھتی ہے۔ یہ ہیں علامہ جناب محمد جعفر ندوی جن کا شمار پاکستان کے علمائے کبار میں ہے ان کی تصانیف نے اسلامی لٹریچر میں بزبان اردو خاصا افادی اضافہ کیا ہے۔ یہ ان لوگوں میں ہیں جو انگریزی اور اردو کی طرح عربی میں بھی خاصی دستگاہ رکھتے ہیں۔

ہمارے ممدوح جناب محمد جعفر ندوی اس خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جس کی دینی خدمات ہندو پاکستان میں معروف و مشہور ہیں۔ یہ اس ندوۃ العلماء دار العلوم کے فارغ التحصیل ہیں جس کے بانیوں میں ان کے والد بزرگوار مولانا شاہ سلیمان پھلواروی بھی ہیں۔ یہ ماہنامہ "ثقافت" (لاہور)

دکن ادارت بھی ہیں۔ جو ادارۂ ثقافت اسلامیہ نامی ایک ادارۂ ترجمہ و تالیف کا ترجمان ہے۔ ان کی بیس سے زیادہ تصانیف ہیں جو برّ صغیر ہند و پاکستان کے علمی حلقوں میں رائج و مقبول ہیں۔ ہمارا یہ اخباری انٹرویو وہ ہے جو ہم نے مکّہ مکرّمہ میں لیا تھا۔"

چودھری محمد اسماعیل صاحب کئی مضامین شائع کر چکے ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون بھی انہی کا ہے جو ہم ثقافت میں شائع کر رہے ہیں۔ یہ ان کی تمام تحریروں کا گویا خلاصہ اور نچوڑ ہے اور یقیناً قابلِ غور بھی ہے۔ ثقافت کے صفحات ہر اس شخص کے لیے حاضر ہیں جو اس عنوان پر سنجیدہ اظہارِ رائے کرنا چاہے ——— موصوف رقم طراز ہیں:

مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ زبردست عقیدت ہے۔ نیکی بدی کی تمیز اور اسلامی تعلیم سے واقفیت بھی ہے۔ پھر اس پر عمل کیوں نہیں؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا معاشی دستور ہم کو اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ اس دستور کا تقاضا ہے کہ "کم دو اور زیادہ لو" مثلاً زمین دو تو زمین اور بٹائی لو۔ مکان یا دیگر استعمالی اشیاء دو تو مرمت اور گھسائی کے علاوہ کرایہ بھی لو۔ کسی کو پانچ روپے مزدوری دو تو اس سے سات روپے کا کام لو۔ اخراجات ڈال کر کسی کو دس روپے کی چیز دو تو اس سے تیرہ روپے وصول کرو۔ اور اگر کسی کو سو روپے نقد دو تو ایک سو بارہ روپے لیے بغیر اس کی جان مت چھوڑو۔" یعنی ہر قسم کے سرمایہ پر جس قدر زیادہ بڑھوتری ہو سکے لیتے چلے جاؤ۔ یہ ہمارا روزمرّہ کا دستور ہے۔ ہمارا ذہن دن رات اسی دستور کے مطابق سوچتا ہے۔ اور اسی دستور پر عمل کرنے کے لیے ہم مجبور ہیں۔ اس دستور کے ہوتے ہوئے اسلامی تعلیم پر جو کہ اپنی کمائی میں سے دوسروں کی مدد کرنے کا سبق دیتی ہے کس طرح عمل ہو سکتا ہے۔

مروّجہ دستور کے مطابق ہر ایک آدمی اپنے سرمائے پر دوسروں کی کمائی میں سے بڑھوتری

لیتا ہے۔ لہٰذا ان میں اور زیادہ بڑھوتری حاصل کرنے کے لیے دولت جمع کرنے کا بے حد لالچ پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہر ایک آدمی منافع خود لینا اور گھاٹا دوسرے کو دینا چاہتا ہے۔ اس لیے ان کے مفاد آپس میں ٹکراتے ہیں۔ اور مفاد میں ٹکراؤ کی وجہ سے ان میں اتحاد، ہمدردی، محبت اور اخوت کا جذبہ ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی جگہ خودغرضی، بغض و حسد، عداوت اور مقابلہ کی آگ سینوں میں بھڑکنے لگتی ہے۔ جو اسلامی تعلیم کی روح کو بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔ استحصال محنت یعنی بڑھوتری کے حصول کا مروجہ دستور ایک طرف دولت کے انبار لگا دیتا ہے اور دوسری طرف لوگوں کو غریب بنا کر معاشرے کا توازن بگاڑ دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امراء دولت کے نشے میں بدعنوانیوں، بے انصافیوں اور ظلم و تشدد سے نہیں ہچکچاتے۔ اور غربا غربت اور جہالت سے لاچار ہونے کے باعث مختلف قسم کے اخلاقی جرائم سے نہیں شرماتے۔ اس کے علاوہ امراء اور غرباء میں طبقاتی کش مکش کا سلسلہ بھی جاری ہو جاتا ہے۔ جس سے نہ امیر کو چین نہ غریب کو آرام۔ غور کیجیے۔ مروجہ دستور کے طوفان سے بے تمیزی میں آپ کس طرح اسلامی تعلیم کی عملی شمع روشن کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ دستور تو اسلامی اقدار کو ابھرنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔

بڑھوتری یعنی اپنے اصل مال سے زیادہ لینے کے دستور کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ دستور ایمانداری کے خلاف ہے۔ جہنم ہے۔ بے برکت ہے۔ ایک دوسرے پر ظلم ہے۔ اور اللہ و رسولؐ کے ساتھ جنگ ہے۔ البقرہ رکوع ۳۸۔ واضح رہے کہ دنیا میں سارا فتور ہی سودی دستور العمل کا ہے۔ اور یہی دستور معاشی ابتری کا سبب ہے۔

ہمارا مروجہ دستور سراسر "کم دو اور زیادہ لو" کے سودی اصول پر مبنی ہے۔ اور اسلامی تعلیم کے برعکس چل رہا ہے۔ اس دستور کو قائم رکھتے ہوئے آپ لاکھ قرآن مجید ختم کریں۔ دن رات وعظ و نصیحت کرتے رہیں آپ عملاً اسلامی تعلیم ہرگز رائج نہیں کر سکیں گے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ دستور تو وہ چلایا جائے جس میں ہر وقت دوسروں کی کمائی ہوئی دولت حاصل کرنے کے لیے نگاہیں للچاتی رہیں اور توقع اسلامی قدروں کی رکھی جائے: ایں خیال است و محال است و جنوں

اسلامی تعلیم پر عمل کرنے کے لیے پہلا قدم مروجہ سودی دستور کو مکمل شکست دینا ہوگا۔

اسلام کسی صورت میں بھی اپنے اصل مال پر بڑھوتری لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا:

وذروا مابقی من الربٰوا ان کنتم مومنین .... فلکم رؤس اموالکم

یعنی اپنے اصل مال سے اوپر بڑھوتری ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم مومن ہو۔ اگر تم مومن ہو تو صرف اپنے اصل مال کے ہی حقدار ہو (البقرہ رکوع ۳۸)

اسلام کے معاشی نظام کی اساس زکوٰۃ ہے۔ سودی دستور اور اسلامی دستور ایک دوسرے کے الٹ ہیں۔ سودی دستور کے ہوتے ہوئے اسلامی دستور نہیں چل سکتا۔ اور اسلامی دستور میں بڑھوتری کی کوئی جگہ نہیں۔ اسلامی دستور قائم کرنے کے لیے پہلے سودی دستور کو توڑنا پڑے گا۔

یہ خیال بالکل غلط ہے کہ سود روپے پر پیدا ہوتا ہے۔ روپے پر تو سود پیدا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ روپیہ کوئی استعمالی شئے نہیں۔ یہ تو صرف تبادلہ اشیا کا ذریعہ ہے۔ بینک دیگر منڈیوں کی طرح جنس سود کی منڈی ہے۔ نہ بینک میں سود پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی وہاں سے ختم کیا جاسکتا ہے۔

زمین، مکان، مشین، اوزار اور استعمالی اشیا رہیں جہاں نادار و حاجت مند کی کمائی میں سے بٹائی کرایہ اور منافع وغیرہ حاصل کیا جاتا ہے۔ یہی بٹائی کرایہ۔ منافع وغیرہ دراصل سود ہوتا ہے اور یہی سودی دستور کی بنیاد ہے۔

سود کی وجۂ پیدائش یہ ہے کہ ایک طرف ذاتی ضرورت سے زائد مال و دولت یعنی ذرائع پیداوار ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف ناداری اور حاجت مندی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ذرائع پیداوار کا مالک نادار و حاجت مند کو سرمایہ مہیا کر کے اس پر بڑھوتری یعنی بٹائی کرایہ، منافع اور سود وغیرہ لے لیتا ہے۔ لہذا

سودی دستور کو توڑنے کے لیے ضروری ہے کہ ملت کے ہر فرد کو ذرائع پیداوار

مہیا کیے جائیں۔

جس کے لیے حسب ذیل اقدامات ضروری بلکہ ناگزیر ہیں:

۱۔ ملکیت زمین کو خود کاشت کی حد تک محدود کیا جائے اور تمام سرکاری و غیر سرکاری زمینیں کسانوں کو مفت دی جائیں۔

۲۔ زکوٰۃ باضابطہ وصول کی جائے اور زرِ زکوٰۃ سے کارخانے بنا کر ان لوگوں کے سپرد کیے جائیں جن کے پاس سرمایہ نہیں ہے۔ یہ کارخانے قومی تحویل میں رہیں۔

۳۔ تجارت یعنی اشیاء کی خرید و فروخت امداد باہمی کے طریق پر ضرورت مندوں کے درمیان براہِ راست ہو۔ اور صنعت و زراعت میں بھی امداد باہمی کی انجمنوں کو فروغ دیا جائے۔

۴۔ تمام قدرتی وسائل، بنیادی صنعتیں، اور درآمد و برآمد حکومت اپنے ہاتھ میں لے۔ اس سے سودی نظم معیشت کے سنگین قلعے کی شکست میں آسانی ہوگی۔

بہرصورت سود کا حرام ہونا اور زکوٰۃ کا فرض ہونا دنیائے اسلام میں مسلّمہ ہے۔ یہی بات اسلامی معاشیات کا بنیادی اصول اور معاشی ابتری کا واحد حل ہے۔ مروجہ سودی دستور کو توڑنے اور نظامِ زکوٰۃ قائم کرنے کے بغیر نہ کوئی دستور اسلامی ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی تعلیم پر کما حقہ عمل کیا جا سکتا ہے

سودی دستور ختم کرو

نظامِ زکوٰۃ قائم کرو۔